برطانیہ، اسپین، کنیڈا اور آسٹریلیا کے سیاسی قائدین نے ممکن بنایا۔'جنگی جرم کے ارتکاب کے خواہشمند اتحادُ کے تمام رکن ملک کے لیڈروں کو ایک ہی صف میں شمار کیا جانا چاہیے۔لیکن بھلا عظیم اخلاقی اقدار کا حامل مغرب جنگی جرائم کہاں کرتا ہے۔جنگی جرائم کا الزام سربیا کے میلوسووچ اور سوڈان کے البشیر جیسے لوگوں پر، جنہیں مغربی میڈیا بدنام کرتا رہتا ہے، عائد کیا جاتا ہے۔

اسرائیلی حکومت ہر ہفتے فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کرتی ہے، ان کی زمینیں چھینتی ہے اور فلسطینی عورتوں اور بچوں کو قتل کرتی ہے۔انسانیت کے خلاف یہ جرائم عشروں سے جاری ہیں۔حقوق انسانی کی چند اسرائیلی تنظیموں کے سوا کوئی بھی اس بارے میں شکایت نہیں کرتا۔فلسطینیوں کو 'دہشت گرد' قرار دیا جاتا ہے اور شکایت کا حق دیے بغیر 'دہشت گرد' سے ہر غیر انسانی سلوک روا رکھا جاسکتا ہے۔عراقی اور افغانی اسی رویے کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔جو عراقی اپنے ملک پر امریکا کے قبضے کے خلاف مزاحمت کررہے ہیں وہ 'دہشت گرد' ہیں۔طالبان کا نام بدنام کررکھا گیا ہے۔ہر قتل کیا جانا والا افغان...خواہ وہ شادی کی کسی تقریب ہی میں کیوں شریک نہ ہو...امریکی فوج کی طرف سے طالبان قرار دے دیا جاتا ہے۔عراقی اور افغان شہری، امریکی اور نیٹو افواج کی خواہش کے مطابق کسی کی بھی جانب سے انسانی حقوق کا معاملہ اٹھائے بغیر قتل کیے جاسکتے ہیں۔

انٹرنیشنل کریمنل کورٹ ایک نوکر شاہی ہے۔اس کے پاس ایک بجٹ ہے اور اس بجٹ کا جواز ثابت کرنے کی خاطر اس کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے۔دانتوں اور ہمت کے فقدان کی بناء پر یہ چھوٹے جنگی مجرموں کا پیچھا کرتا ہے اور بڑے مجرموں کو چھوڑ دیتا ہے۔

مجھے غلط نہ سمجھیے۔میں تمام حکومتوں کو ان کے مجرمانہ اقدامات پر جوبداہ ٹھہرائے جانے کا حامی ہوں۔لیکن جس چیز پر مجھے اعتراض ہے وہ منافقت ہے۔مغرب اپنے آپ کو اور اسرائیل کو چھوٹ دیتا ہے اور باقی سب پر لعنت ملامت کرتا ہے۔حتیٰ کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں بھی اس جال میں پھنسی ہوئی ہیں۔حقوق کے لیے کام کرنے والوں کو، زندہ انسانوں میں سب سے بڑھ کر انسانی حقوق پامال کرنے والے صدر بش کے اس رویے میں کوئی مسخرہ پن دکھائی نہیں دیتا جس کا اظہار وہ چین کی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے چین کی میزبانی میں ہونے والے اولمپک کھیلوں کے شرکاء پر نکتہ چینی کرکے کررہے ہیں۔

صدر بش کا دعویٰ رہا ہے کہ عراق اور افغانستان میں وہ جو بے پناہ قتل و غارت گری کر رہے ہیں، یہ امریکا کو محفوظ بنانے کے لیے ناگزیر ہے۔ اگر ہم ایسے کمزور عذر قبول کر رہے ہیں تو میلوسووچ کا یہ موقف تو اس کے مقابلے میں بہت مضبوط ہے کہ سربراہ مملکت کی حیثیت سے ملک کی علاقائی سالمیت کو بچانے کی کوشش کرنا اس کا فرض تھا۔ کیا البشیر سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ سوڈان کی تقسیم کو قبول کر لے حالانکہ یہ ایسی چیز ہے جسے لنکن بھی کنفیڈریشن کی جانب سے قبول نہ کرتا؟ اگر البشیر سوڈان کے ٹکڑے کر دے تو وہ کب تک باقی رہے گا؟

Atlanta Journal-Constitution نے گزشتہ اکتوبر کے شمارے میں اپنے سرورق پر ایک بوڑھے آدمی کی تصویر چھاپی ہے.... یہ ۸۵ سالہ پال ہینس ہے جسے امریکا سے، جہاں وہ ۵۳ برس سے مقیم ہے، نکالا جا رہا ہے کیونکہ نازیوں کے خلاف امریکی محکمے کی نوکر شاہی کے ڈائرکٹر ایلی روسن بام نے اسے اس بناء پر جنگی مجرم قرار دیدیا ہے کہ وہ جرمنی کے بیگار کیمپوں کی نگرانی کرنے والے کتوں کو تربیت دیتا تھا۔ جب دوسری عالمی جنگ ختم ہوئی تو ہینس ۲۲ سال کا تھا۔ گویا نگراں کتوں کو تربیت دینے والا ایک لڑکا تو جنگی جرائم کے مجرم کی حیثیت سے امریکا سے نکالا جا رہا ہے، لیکن وہ سربراہ مملکت جس نے دو جنگیں چھیڑ کر ننگی جارحیت کا ارتکاب کیا، جس کے نتیجے میں بارہ لاکھ سے زیادہ انسان ہلاک ہوئے .....بیرونی حکومتوں کی جانب سے اس کا بڑی عزت سے استقبال کیا جاتا ہے۔ منصب سے علیحدگی کے بعد کارپوریشنیں اور تجارتی انجمنیں ایک تقریر کے بدلے اسے ایک لاکھ ڈالر ادا کریں گی۔ وہ مزید دسیوں لاکھ ڈالر کسی گمنام مصنف سے لکھوائی گئی اپنی یادداشتوں سے کمائے گا۔ ہینس کی بے دخلی اور جنگی مجرم کا وائٹ ہاؤس میں قیام... کیا کسی کو یہ تضاد دکھائی نہیں دیتا[۱]؟''

انٹرنیشنل کریمنل کورٹ کی حقیقت

امریکا اور مغرب کی دوسری استعماری طاقتوں کی جانب سے دارفور کی خانہ جنگی کے حوالے سے سوڈان کی حکومت اور اس کے سربراہ کو سزا دینے کی کوششوں کی اخلاقی حیثیت پال کریگ رابرٹس کی محولہ

۱۔ بحوالہ: http://www.antiwar.com/roberts/?articleid=13148

بالاتحریر سے بخوبی واضح ہے۔اب ذرا یہ بھی دیکھ لیجیے کہ اس انٹرنیشنل کریمنل کورٹ کی حقیقت کیا ہے جس نے عمرالبشیر کے خلاف چارج شیٹ مرتب کی ہے اور ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے ہیں۔اس موضوع پر مشرق وسطیٰ کے امور کی ماہر برطانوی صحافی لنڈا ایس ہرڈ (Linda S. Heard) نے دس مارچ ۲۰۰۹ء کو روزنامہ عرب نیوز جدہ میں "Nothing international about the ICC" کے عنوان سے شائع ہونے والی اپنی ایک تحریر میں دلچسپ اور چشم کشا حقائق پیش کیے ہیں۔ لکھتی ہیں:

''۱۹۹۸ء میں، ۱۲۰ ملکوں نے ایک بین الاقوامی کریمنل کورٹ کے قیام کے معاہدے پر دستخط کیے تا کہ 'کوئی حکمراں، کوئی ریاست، کوئی حکومت اور کوئی فوج دنیا میں کہیں بھی سزا کے خوف سے بے فکر ہوکر انسانی حقوق پامال نہ کرسکے۔' یہ اصول عظیم اور قابل احترام ہے۔ایک ایسی حقیقی عدالت جو شہریوں کو ان کی اپنی حکومتوں اور بیرونی قوموں کی زیادتیوں سے محفوظ رکھے، ایسی چیز ہے جس کا ہم سب کو خیر مقدم کرنا چاہیے۔لیکن ٹھہریے.... یہاں ایک مسئلہ ہے۔

اس انٹرنیشنل کریمنل کورٹ کا اپنا کوئی آئین نہیں ہے، اس نے اب تک صرف افریقیوں کا محاسبہ کیا ہے۔ فی الوقت یہ عدالت یوگنڈا، سنٹرل افریقن ری پبلک اور ڈیموکریٹک ری پبلک آف کانگو کی 'صورت حال' کی تحقیقات کررہی ہے۔اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی تجویز پر، اس عدالت نے حال ہی میں دارفور میں جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کے ارتکاب کی بالواسطہ ذمہ داری پر سوڈان کے صدر عمر البشیر کی گرفتاری کے لیے بین الاقوامی وارنٹ جاری کیے ہیں جہاں اقوام متحدہ کے مطابق تین لاکھ افراد تک ہلاک اور ۲۷ لاکھ بے گھر ہوچکے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی برسرمنصب سربراہ مملکت کو عدالت نے ملزم قرار دیا ہے۔

میرا دل اگرچہ دارفور کے لوگوں کے ساتھ ہے جنہیں مدد کی ضرورت ہے مگر یہ وارنٹ گرفتاری ان کی مصائب کو دور نہیں کرے گا، اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ انٹرنیشنل کریمنل کورٹ فی الحقیقت کس قدر جانبدار ہے۔کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پچھلے عشرے میں صرف افریقیوں ہی نے ایسے جرائم کیے ہیں جو اس عدالت میں لائے جانے کے قابل ہیں؟ یا ہمیں یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ یہ عدالت یا تو سیاسی مقاصد کے لیے کام کررہی ہے یا مغربی اقوام یعنی بڑی طاقتوں کے جرائم پر گرفت کے معاملے میں دانتوں سے مکمل طور پر

محروم ہے؟

جب امریکا اور اس کے اتحادیوں نے دس لاکھ سے زیادہ عراقیوں کو ہلاک اور چالیس لاکھ سے زیادہ کو بے گھر کیا تو اس عدالت نے کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟ جب ابوغریب جیل کی شرمناک تصویریں جاری کی گئیں تو اس عدالت نے کسی تحقیقات کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کی؟ یہ لوگ اس وقت کہاں تھے جب امریکا کی ناجائز کارروائیوں اور ٹارچر کی تفصیلات شائع ہوئیں؟

جب اسرائیل کے جرائم کی بات ہو تو آئی سی سی برائی کے معاملے میں آنکھ، کان اور زبان بند رکھنے والے تین عقلمند بندروں کا روپ دھار لیتا ہے۔ اس عدالت نے لبنان میں ۲۰۰۶ء کے موسم گرما میں اسرائیل کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے بارہ سو لبنانی شہریوں کے معاملے سے فرار کی راہ اختیار کی اور غزہ میں چودہ سو فلسطینیوں کے قتل کو عملاً بھلا دیا جن میں سے پچاس فی صد عورتیں اور بچے تھے۔ آج بھی غزہ کے پندرہ لاکھ باشندے اسرائیل کی ناکہ بندی میں بمشکل زندگی بسر کر رہے ہیں، اس عدالت کے جج اور تفتیش کار اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔

آئی سی سی پر تعصب کا الزام لگانے والوں میں صرف میں ہی نہیں ہوں۔ فی الحقیقت اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر میگوئیل ڈی اسکوٹو بروک مین (Miguel D'Escoto Brockmann) نے بھی عمر البشیر کے خلاف وارنٹ کے اجراء پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ 'اگر انصاف کیا جانا ہے تو وہ لوگ جنہوں نے انتہائی بڑے جرائم کیے ہیں، بشمول جارج ڈبلیو بش جنہوں نے دوسرے ملکوں میں بڑے جرائم کا ارتکاب کیا ہے، ان سب پر مقدمہ چلنا چاہیے' .... بروک مین کا موقف بالکل درست ہے۔ مگر سوڈان کی طرح نہ تو امریکا نے آئی سی سی کے عدالتی اختیار کو تسلیم کیا ہے نہ اسرائیل نے، چنانچہ ان ممالک اور ان کے شہریوں کو اس عدالت میں لانے کا راستہ صرف یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ذریعے یہ کام کیا جائے۔ جبکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکا کا، جو ویٹو پاور رکھتا ہے، خود اپنے معاملے کو یا مشرق وسطیٰ میں اپنے چہیتے اسرائیل کے معاملے کو آئی سی سی کے حوالے کرنے پر تیار ہونا امر محال ہے۔ بین الاقوامی عدالت کے ناقدین، جن کا دعویٰ ہے کہ سوڈان کے معاملے میں یہ عدالت سیاسی کھیل میں ملوث ہے، سمجھتے ہیں کہ سوڈان کے مغرب میں تیل کے ذخائر کی دریافت...جن کا

بڑا حصہ چین کے لیے ہے... سوڈانی لیڈر کے سے ناراضگی کے اسباب میں شامل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تیل کی مغربی کمپنیاں سوڈان کے تیل تک رسائی میں عموماً ناکام رہی ہیں جس نے پٹروکیمیکل کی صنعت میں چین کو بھاری سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ آج چین سوڈان کا دوتہائی یا اس سے بھی زیادہ تیل خریدتا ہے۔ اس چیز نے واشنگٹن اور بیجنگ کے درمیان ایک دھیمی سرد جنگ شروع کرادی ہے۔

سوڈان نیل کے پانی کا بھی ایک رکھوالا ہے جو دوسرے ملکوں کے علاوہ مصر کے لیے بھی زندگی کی لکیر ہے۔ مصر اور سوڈان ایک معاہدے پر دستخط کر چکے ہیں جو پانی کی بھاری مقدار کے نیل سے شمال کی جانب سے بہنے کی ضمانت دیتا ہے، عمر البشیر کے وارنٹ گرفتاری پر مصری حکومت کی شدید ناراضگی کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے۔ سوڈان پر کوئی بھی غیر ملکی حملہ، مصر کی پانی کی سپلائی پر حملے کے مترادف ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی راز نہیں کہ اسرائیل سوڈان کے پانی پر بھی حریصانہ نظر رکھتا ہے، اور برسوں سے مصر کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ نیل کا ایک حصہ اسرائیل کی طرف موڑ دے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اگر صدر بشیر منصب سے ہٹائے جاسکیں اور ان کی حکومت کی جگہ ایک پٹھو حکومت لائی جاسکے تو اس سے مغربی اور اسرائیلی مفادات کی خدمت ہوگی۔ عرب لیگ اور اس کے ارکان نے وارنٹ کا اجراء ایک سال کے لیے ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا تھا تاکہ دارفور کے مسائل کو پرامن طور پر حل کرنے کے لیے وقت مل سکے، اور اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ کوئی عرب ملک علاقے میں سفر کے دوران سوڈانی صدر کی گرفتاری کے لیے عالمی عدالت سے ساز باز پر تیار ہوجائے گا۔

بہرصورت یہ وارنٹ دارفور کے لوگوں کو تحفظ مہیا کرنے کے مقصد میں ناکام رہا ہے۔ اس کے جواب میں صدر بشیر نے پورے ملک کا دورہ کرکے اپنے حامیوں پر مشتمل بڑی بڑی ریلیوں سے خطاب کیا، حتیٰ کہ دارفور کے دارالحکومت کا بھی دورہ کیا جہاں ان کا اسی طرح استقبال کیا گیا۔ فی الحقیقت اس وارنٹ نے سوڈان کے لوگوں میں قومی جذبے کو فروغ دیا ہے اور اس کے نتیجے میں ملک کے اندر صدر بشیر کی مقبولیت بڑھی ہے۔ مزید یہ کہ صدر بشیر نے متعدد امدادی تنظیموں کو جو دارفور کے متاثرین کی مدد کر رہی تھیں، آئی سی سی سے ساز باز کے الزام میں ملک سے نکال دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان تنظیموں کے جانے

سے ہونے والی کمی کو حکومت سوڈان پورا کرے گی۔ لیکن یہ ابھی دیکھا جانا ہے اور خدشہ ہے کہ دارفور کے لوگ انسانی ریلیف کے حوالے سے موجودہ صورت حال سے بھی زیادہ خراب حالات کا شکار ہو جائیں گے۔

امریکی صدر بارک اوباما نے عمر البشیر کے خلاف وارنٹ کا خیر مقدم یہ کہتے ہوئے کیا تھا کہ 'امریکا کو، افریقہ اور یورپ میں اپنے ساتھیوں سے مل کر نامزد ملزموں کی گرفتاری اور آئی سی سی کے حوالے کیے جانے کو یقینی بنانا چاہیے اگر وہ سوڈان کے باہر سفر کریں.....' .... ہاں انہیں لٹکا دو، اگرچہ امریکا نے نہ آئی سی سی کی توثیق کی ہے اور نہ اس کے دائرہ اختیار کو تسلیم کیا ہے۔ کیا یہ دہرے معیارات کا انتہائی مظاہرہ نہیں ہے؟ ایسی عدالت خطرناک ہے جو سزا کے لیے صرف افریقیوں کو منتخب کرتی ہے، اور ان ملکوں کے شہریوں کے خلاف تحقیقات کرتی ہے جو متعین طور پر مغرب کے حامی نہیں ہیں۔ اگر وہ ایک فضول مذاق بنے رہنے کے بجائے قابل اعتبار مقام حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے یا تو اپنے دروازے بند کر لینے چاہئیں یا سب کے لیے کھلے رکھنے چاہئیں [۱]۔''

صدر عمر البشیر کا موقف

۲۸ نومبر ۲۰۰۸ء کو خرطوم سے بیک وقت آٹھ ملکوں کے میڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے صدر عمر البشیر نے سوڈان کے معاملات، دارفور کے تنازع اور مغربی دنیا اور اسرائیل کے مقاصد کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔ اس انٹرویو پر مبنی رپورٹ یروشلم پوسٹ نے ۲۸ نومبر ۲۰۰۸ء کو شائع کی۔ انٹرویو کے اہم حصے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں:

''سوڈان کے صدر فیلڈ مارشل عمر حسن احمد البشیر نے منگل کے روز دعویٰ کیا ہے کہ ان کے ملک میں خانہ جنگی کے دوران سینکڑوں ہزار افراد کی ہلاکت پر مبنی مغربی اخبارات میں چھپنے والی رپورٹیں اسرائیل کی عالمگیر سازش کا حصہ ہیں۔ خرطوم سے دیے جانے والے اس انٹرویو میں وہ آٹھ مختلف ملکوں میں موجود صحافیوں سے رابطے میں تھے۔ البشیر نے میڈیا کے بیشتر ذرائع سے سامنے آنے اور اقوام متحدہ

۱۔ بحوالہ: روزنامہ عرب نیوز جدہ۔ ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء

مزید دیکھیے: http://onlinejournal.com/artman/publish/article_4467.shtml